THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No.4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

"نثار عزیز بٹ کی کالم نگاری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ"

Sharafat Ali

Associate professor of Urdu government islamia graduate college kasur

Abstract

This research study presents a critical and analytical examination of Nisar Aziz Butt's column writing, highlighting her intellectual depth, stylistic features, and thematic concerns within the broader context of Urdu journalism and literature. The study primarily focuses on a collection of sixty-eight columns published in the daily *Dawn*, along with her scholarly essays, to explore the range and diversity of her thought. Employing descriptive and analytical research methods, the paper evaluates her treatment of social, political, cultural, and literary issues, as well as her engagement with contemporary challenges.

The research investigates Butt's distinctive narrative voice, her balanced critical approach, and her ability to blend scholarly insight with accessible expression. Particular attention is given to her use of humor, reflective commentary, and critical awareness shaped by both Eastern and Western literary traditions. The study further analyzes her understanding of journalism as a medium of intellectual guidance and social reform, emphasizing her role in shaping informed public opinion.

The findings suggest that Nisar Aziz Butt's column writing is marked by clarity, intellectual integrity, stylistic elegance, and thematic richness. Her columns not only interpret contemporary realities but also contribute meaningfully to literary discourse and critical thought in Urdu journalism. This research establishes her as a significant and thoughtful voice in modern Urdu column writing.

Keywords: Nisar Aziz Butt, Urdu Journalism, Column Writing, Critical Analysis, Literary Criticism, Social Commentary, Humor in Literature, Contemporary Urdu Prose.

نثار عزیز بٹ کی کالم نگاری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

کالم انگریزی زبان کا لفظ ہے اور قدیم فرانسیسی لفظ Colome اور لاطینی لفظ Column کی صورت میں بھی منظر عام پر آیا ہے۔ اس کے لغوی معنی کھمبا، مینار، ستون، تھم، فوج کا ایک دستہ صفحہ کا ایک حصہ اوپر سے نیچے تک اور لاٹ کے ہیں اردو انسائیکلوپیڈیا میں کالم کے معنی اخبار کا مستقل عنوان والا حصہ کے ہیں۔ آکسفورڈ ڈکشنری نے کالم کے معنی یوں بیان کیے ہیں:

> A vertical division of a paper or text. A regular section of a newspaper or magazine devoted to a particular subject or written by a particular person.[1]

کالم اور بھی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے ایک ہی قطار میں کھڑا ہوا فوج کا دستہ کالم کہلائے گا۔ اینٹ، بجری اور سیمنٹ سے تعمیر کردہ مینار بھی کالم کہلائے گا۔

اصطلاحی معنوں میں کالم اس تحریر یا ذاتی رائے کو کہتے ہیں جو اخبار کے ادارتی صفحے پر موجود ہو، مستقل عنوان کے تحت شائع ہو اور کالم نویس کا نام دیا گیا ہو۔ کالم، کالم نویس کی ذاتی پسند اور ناپسند کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی اخباری خبر یا موجودہ صورت حال کے کسی عنوان پر مشتمل تبصرہ ہوتا ہے جس میں قارئین کی بہتر رہنمائی کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ ''اردو صحافت ماضی اور حال'' کتاب میں کالم کا اصطلاحی معنی ملاحظہ ہو:

> ''کالم ایک ایسا مسلسل صحافتی فیچر ہے جس میں کالم نویس منتخب موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کسی بھی معاملے کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔''[2]

صحافتی معنی میں کالم سے مراد خبروں، اشتہارات اور اخباری صفحات کی تزئین کے لیے مستقل عنوان کے تحت شائع ہونے والی تحریر ہے۔

کالم چوں کہ مستقل عنوان کے تحت شائع ہونے والی تحریر ہے جس میں مزاحیہ، دینی، طبّی، معاشی، معاشرتی اور سائنسی مواد عنوانات کے ساتھ موجود ہوتا ہے اور ادارتی صفحے پر اپنا خاص مقام رکھتا ہے۔ مختلف ناقدین کالم کی تعریف اپنے نقطہ نظر کے

مطابق کرتے ہیں۔چند ناقدین کی آرا درج ذیل ہیں۔عبد السلام خورشید اپنی کتاب ''فن صحافت'' میں کالم کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''ہر اخبار میں کچھ مستقل عنوان ہوتے ہیں۔بعض کے تحت اعلانات یا معلومات پیش کی جاتی ہیں اور بعض کے تحت مزاحیہ، نیم مزاحیہ، دینی، طبّی، سائنسی اور پس منظری مواد دیا جاتا ہے۔ موخر الذکر عنوانات کو صحافتی اصطلاح میں کالم یا خصوصی کالم کہتے ہیں۔''[3]

کالم کا مستقل عنوان اور کالم نویس کے نام کے بارے میں ڈاکٹر شفیق جالندھری رقم طراز ہیں:

''کسی مستقل عنوان کے تحت اخبار یا رسالہ میں باقاعدہ شایع ہونے والی تحریر کو کالم کہتے ہیں جو عموماً لکھنے والے کے نام کے ساتھ شایع ہوتی ہے۔''[4]

باقاعدگی سے ایک ہی عنوان کے تحت منظر عام پر آنے والی تحریر ''کالم'' کے بارے میں عبد القادر حسن لکھتے ہیں کہ:

''جس موضوع پر خبروں یا اداریہ میں اظہار خیال نہ کیا جائے اس کے متعلق مستقل عنوان کے تحت کسی اخبار میں شایع ہونے والی تحریروں کو کالم کہا جائے گا۔اس عنوان کے تحت یہ تحریر اخبار میں باقاعدگی سے شایع ہوتی ہے۔''[5]

والٹر لپ کالم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''میں کالم نویسی کو بنیادی طور پر رسمیہ نام کے ساتھ اداریہ لکھنے والا شخص سمجھتا ہوں۔لہجے اور مواد کی بنیاد پر بعض کالموں اور اداریوں میں تمیز ممکن نہیں ہے۔''[6]

اخبارات ہر اس خبر اور تبصرے کو چھاپتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی اشاعت میں اضافہ ہو۔کالم نگاری ادارتی صفحے کی پہچان برقرار رکھنے والی تحریر ہے۔کالم اخبارات کے حسن کو چار چاند لگا دیتے ہیں جس سے اس کی اشاعت بڑھ جاتی ہے۔کالم نگاری دراصل ایک ہنر ہے جس میں لکھنے والا اپنے پسندیدہ اسلوب کے مطابق مسائل زیر بحث لاتا ہے۔کالم نگار عوام کو کسی بھی مسئلے کے متعلق فطری رہنمائی فراہم کرتا ہے۔روز بہ روز پیدا ہونے والے مسائل نے خبروں کے حجم میں بے حد اضافہ کر دیا ہے اور نئی نئی اطلاعات اور معلومات اخبار کی زینت بن رہی ہیں۔ان مسائل کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے

قارئین کو انفرادی مدد کی ضرورت ہے جو کالم کی بہ دولت احسن طریقے سے انجام پاتی ہے۔ کالم نویسی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اقبال قادری اپنی کتاب ''اردو صحافت ماضی و حال'' میں رقم طراز ہیں:

''کالم نویسی ایک تکنیکی ہنر ہے۔ جس اخبار کے صفحات پر رائے کا اظہار کرنے والا مواد نہیں ہوتا وہ ایک بے روح اخبار سمجھا جاتا ہے۔ کالم خیالات کے اظہار کا ایک عمدہ اور پر تاثیر وسیلہ ہے۔''[7]

کالم کا ہر ایک لفظ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ کالم میں چوں کہ کسی ایک مسئلے کو گہرائی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور منفرد حوالے سے جائزہ لیا جاتا ہے جس کو پڑھ کر قارئین کی اس مسئلے سے متعلق ذہنی الجھنوں کا حل سامنے آتا ہے اور عوامی تربیت کا عمل انجام پاتا ہے، جس سے قارئین کی ذہنی تربیت ہوتی ہے اور نئی راہیں کھلتی ہیں۔

غور و فکر کی عادت روز بہ روز نت نئی معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ کالم چوں کہ ایک ایسی تحریر ہوتی ہے جس پر کسی مسئلے کے اہم پہلوؤں کا گہرائی سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اور درست راستے کا تعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قارئین جب کالموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں مختلف قسم کے سوالات جنم لیتے ہیں، جن کی تلاش کے لیے وہ غور و فکر کرتے ہیں اور اصل بات تک پہنچنے کی سعی کرتے ہیں۔ لہاذا کالم غور و فکر کی عادت ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ اس سلسلے میں اقبال قادری رقم طراز ہیں:

''کالم نویس اپنے خیالات کا اظہار یقین کامل کے ساتھ کرتے ہیں۔ کبھی وہ کنایتاً لکھتے ہیں اور کبھی اعلانیہ طور پر اپنے نقطہ نظر کی صراحت کرتے ہیں۔ عموماً ان کے جائزوں میں دور اندیشی کا عنصر ہوتا ہے۔ وہ اپنے قارئین کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔''[8]

اخبارات میں چھپنے والی کسی واقعہ سے متعلق خبر معمولی نوعیت کی حامل ہوتی ہے کیوں کہ اس میں وہ شدت نہیں ہوتی جو ایک کالم میں ہوتی ہے۔ خبر میں چند نکات کو بیان کیا جاتا ہے جس سے واقعہ یا حکومتی پالیسیوں کو عوام معمولی نوعیت کا حامل سمجھتی ہے لیکن اس کے اثرات اہمیت رکھتے ہیں۔ لہذا کالم نویس ان پالیسیوں اور واقعات کو گہرائی سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات کا بھی جائزہ لیتا ہے جس سے واقعات کی شدت کا اظہار ہوتا ہے۔

عوامی مسائل کے حل کا ایک ذریعہ کالم نویسی ہے۔ کالم میں جن موضوعات اور مسائل پر بحث کی جاتی ہے ان کا حل بھی پیش کیا جاتا ہے۔ عوامی مسائل کو کالم میں بیان کیا جاتا ہے اور ان کے حل کی تجاویز بھی پیش کی جاتی ہیں، جن پر عمل درآمد جلد ہوتا ہے بہ جائے یہ کہ انھیں اخبار اور کالم سے دور رکھا جائے۔ اس طرح کالم نویسی عوامی مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

وہ اصول و ضوابط جن کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک کالم نگار کالم لکھتا ہے کالم نگاری کے اصول کہلاتے ہیں۔ کالم نگاری کے چند اہم اصول ملاحظہ ہوں:

ا۔ کالم نگاری کا سب سے پہلا اور اہم اصول موضوع کا چناؤ ہے۔ کالم نگار کی پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ ایسے موضوع کا انتخاب کرے جس کو لوگ پڑھنا پسند کرتے ہیں اور جس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں۔ موضوع جس قدر دل چسپی کا باعث ہوگا، اس قدر کالم اہمیت کا حامل ہوگا۔

۲۔ کالم نگاری کے لیے مشاہدات و تجربات ہونا بے حد ضروری ہے یعنی جس مسئلہ کو آپ نے اپنا کالم لکھنے کے لیے منتخب کیا ہے، آیا کہ آپ کے پاس اس مسئلے کو گہرائی سے بیان کرنے کا علم اور مشاہدہ موجود ہے؟ مشاہدات و تجربات پر مبنی کالم اہمیت رکھتا ہے۔

۳۔ کالم لکھتے ہوئے الفاظ کا چناؤ احتیاط سے کرنا ضروری ہے کیوں کہ بھاری بھرکم الفاظ کا استعمال اور پیچیدہ تحریر کالم میں سپاٹ پن پیدا کر دیتی ہے اس لیے عام فہم اور سادہ الفاظ کا چناؤ کرنا چاہیے تاکہ قاری آسانی سے تحریر کو سمجھ سکے۔

۴۔ کالم مختصر مگر جامع ہونا چاہیے کیوں کہ تحریر جس قدر مختصر ہوگی اس قدر قارئین کے لیے توجہ کا باعث ہوگی۔ کم وقت میں جامع تحریر کو پڑھ کر قاری آسانی سے بے حد مفید معلومات حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس طویل تحریر کو پڑھنے سے مصروف لوگ اجتناب کرتے ہیں۔

۵۔ کالم لکھتے ہوئے چھوٹے یا مختصر جملوں کا استعمال کرنا چاہیے کیوں کہ جملہ جس قدر طویل ہوگا اس قدر ہی قارئین کے لیے پیچیدگی کا باعث بنے گا۔

۶۔ کالم لکھتے ہوئے کالم نویس کو چاہیے کہ وہ دیانت داری سے کام لے۔ راسخ الخیال ہو اور ہر تحریر کا خود ذمہ دار ہو۔ کالم نگار کو چاہیے کہ کالم لکھتے وقت روانی اور تسلسل کو برقرار رکھے کیوں کہ ایسی تحریر جس میں روانی نہ ہو وہ قارئین کے لیے دل چسپی کا باعث نہیں بنتی۔

۷۔ کالم لکھتے ہوئے غیر جذباتی انداز کا ہونا بے حد ضروری ہے کیوں کہ کالم قارئین کی اکثریت پڑھتی ہے، اس لیے کالم میں جذبات کا دخل کم سے کم ہونا چاہیے اور تحریر حقیقت پر مبنی ہو۔

۸۔ کالم نویس کو کالم لکھتے ہوئے حالات حاضرہ پر آزادانہ طور پر اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ وہ لوگ بھی مکمل طور پر محفوظ ہو سکیں جو کالم نگار کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔

۹۔ کالم نویس کو کالم لکھتے ہوئے دوسرے کالم نویسوں کی نقل نہیں کرنی چاہیے بل کہ اپنی انفرادی صلاحیت کو برقرار رکھتے ہوئے کالم لکھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں اقبال قادری رقم طراز ہیں:

> ”ہر کالم نویس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی بھی کام یاب کالم نویس کی نقالی ہرگز نہ کرے اور اپنی ہی قوت تخلیق کے ذریعے اپنے کالم کو استحکام بخشے۔“[9]

کالم لکھتے وقت کالم نگار کو قارئین کے وقت کی قدر و قیمت کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے تاکہ کالم اپنی اہمیت نہ کھو دے۔ کالم لکھتے ہوئے کالم نگار کو چاہیے کہ ذاتی انا سے بالاتر ہو کر ملک و قوم کی بھلائی کے لیے لکھے۔

کالم ایسے پیچیدہ مسائل پر مبنی ہونا چاہیے جن کے بارے میں قارئین جاننے کے ساتھ ساتھ ان مسائل کے حل کے بارے میں بھی جاننا چاہتے ہوں تاکہ قارئین کی رہنمائی ہو سکے۔ اس سلسلے میں ظہور الدین رقم طراز ہیں:

> ”کالم کے ذریعے کالم نویس اہم اور پیچیدہ عصری مسائل کی وضاحت کر کے قارئین کو نہ صرف انھیں سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ بغیر کسی طرح کی ترغیب دیے انہیں ان کے حل کے لیے بھی ذہنی طور پر تیار کرتا ہے۔“[10]

کالم نگار کے لیے درج ذیل باتوں کا جاننا از حد ضروری ہے۔ کالم نویس وسیع المطالعہ ہو اس کی فکر میں بلندی اور نظر میں گہرائی ہونی چاہیے۔ اردو زبان کی گرائمر اور رموز او قاف سے واقفیت رکھتا ہو۔ کم الفاظ میں جامعیت کے ساتھ اصل

بات پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ملک کی معاشی اور معاشرتی صورت حال سے واقفیت رکھتا ہو۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل اور معاملات پر اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرنا جانتا ہو۔ تحقیق و تنقید کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تبصرہ کرنا جانتا ہو۔ کالم نگار جس موضوع پر اظہار خیال کر رہا ہو اس سے مکمل واقفیت رکھتا ہو۔ کسی خاص شعبے سے متعلق کالم ہو تو کالم نگار کو اس شعبے سے متعلق تمام معلومات کا علم ہونا ضروری ہے۔ کالم نگار کے اندر ہر طرح کے کالم لکھنے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ کالم نگار بلند فکر کا مالک ہو۔ کالم نگار ملکی حالات حاضرہ سے واقفیت رکھتا ہو۔ شگفتہ اور سادہ طرز تحریر کا مالک ہو۔ حکمرانوں اور عوام کے درمیان رابطہ قائم کرنا جانتا ہو۔ کالم نگار دیانت دار اور محنتی ہونا چاہیے۔ کالم نگار مختلف شعبوں کا ماہر ہونا چاہیے۔ کالم نگار کو اخبار کی پالیسی سے واقفیت ہونی چاہیے۔ کالم نگار کو سیاسی نشیب و فراز سے واقفیت ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''کام یاب کالم کے اسلوب میں مزاح کی چاشنی اور طنز کی کاٹ کا ہونا اور یہ کہ کالم نگار بات سے بات نکالنے کے فن کا ماہر ہو۔ وہ بہ ظاہر چھوٹی سی اور غیر اہم بات سے آغاز کرے اور پھر اس سے بڑے بڑے سیاسی، سماجی، معاشرتی و اخلاقی نتائج اخذ کرے۔ یہی چیز کام یاب کالم کی دلیل ہے۔''[11]

کالم نگار کالم لکھتے ہوئے اسلوب اور موضوع سے آزاد ہوتا ہے۔ اسے کسی ایک ہی طرز پر کالم لکھنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح کالم کی اقسام کا دائرہ بھی محدود نہیں کیا جا سکتا۔ ایک امریکی صحافی ولیم ایل میکار تھی کہتے ہیں کہ:

> ''کالم کی اقسام نہیں بنائی جا سکتیں۔ مختلف کالموں کا اسلوب ایک دوسرے سے یک سر مختلف ہوتا ہے اور موضوع و مواد کے لحاظ سے بھی ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں ہوتی۔''[12]

کالم کی کئی اقسام درج ہیں۔ طبّی کالم، قانونی کالم، دینی کالم، نفسیاتی کالم، معاشی کالم، کھیلوں کے کالم، ثقافتی کالم، سائنسی کالم، پامسٹری اور علوم نجوم پر کالم، اقتصادی کالم، ادبی کالم، خواتین پر کالم، فکاہی کالم، سنجیدہ کالم، المکتوباتی کالم، اقتباسی کالم، ترکیبی کالم، علامتی کالم، سوال و جواب کے کالم، ڈائری نما کالم، سیاحتی کالم، شہر نامہ پس منظری کالم، حالات حاضرہ کا خلاصہ، حالات حاضرہ پر تبصرہ، چند نمایاں مسائل کا بیان، رنگ برنگا کالم، ذاتی کالم، سینڈیکیٹ کالم، خصوصی کالم، گپ شپ کالم، عالمی سیاست کا کالم موضوع کے حوالے سے کالموں کی کئی اقسام ہیں۔ ان کالموں میں کسی خاص شعبے، پیشے کے متعلق

معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ایسے کالم اس شعبے سے تعلق رکھنے والے ماہرین لکھتے ہیں۔ایسے کالموں میں خیال آرائی کی کوئی گنجایش نہیں ہوتی بل کہ لوگوں کی رہنمائی اور تربیت کے لیے اہم ترین معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔موضوع کے اعتبار سے کالم لکھنے والے کالم نویسوں کی صحافتی زبان پر دسترس ضروری ہے۔ایسے کالموں کی اقسام درج ذیل ہیں۔س کسی بیماری کی تشخیص، علامات، وجوہات، علاج اور احتیاطی تدابیر سے متعلق قارئین کو آگاہ کرنے کے لیے لکھے جانے والے کالم طبّی کالم کہلاتے ہیں۔طبّی کالموں میں سبزیوں اور پھلوں کے استعمال کے متعلق مشورے بھی دیے جاتے ہیں۔اگر کوئی وبائی مرض پھوٹ پڑے تو اس سے متعلق ضروری معلومات کو بھی کالم میں بیان کیا جاتا ہے۔طبّی کالم نگار قارئین کی طرف سے موصول ہونے والے طبّی سوالات کے جوابات بھی کالم میں فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔طبّی کالم کے آغاز کے بارے میں محمد اسلم ڈوگرر قم طراز ہیں:

> ''طبّی کالم انگریزی صحافت سے اردو میں آیا۔ اردو صحافت میں سب سے پہلے روزنامہ ''کوہستان ''لاہور نے باقاعدگی سے ''آپ کی صحت'' کے عنوان سے طبّی کالم کا آغاز کیا۔''[13]

نثار عزیز بٹ کی کالم نگاری نثار عزیز بٹ نے اپنی خودنوشت اور چار ناول اردو زبان میں لکھے مگر ان کا اولین مجموعہ انگریزی زبان میں ہے جس کا پہلا حصہ مضامین پر مشتمل ہے جس میں چار مضمون شامل ہیں جو انھوں نے مختلف اوقات میں کانفرنسز میں پڑے۔اس کا دوسرا حصہ ان کی کالم نگاری پر مشتمل ہے۔جس میں اڑسٹھ کالم شامل ہیں جو روزنامہ ''ڈان'' میں شائع ہوئے۔اس کتاب کا تیسرا حصہ پہلے حصے کی طرح چار مضامین پر مشتمل ہے۔

مزاح کی جبلت

The impulse to comedy

اس کالم کے ذریعے مزاح کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مزاح سے سماجی عمل کا توازن کس طرح برقرار رکھا جا سکتا ہے انسانی جبلت سے آگہی ایک پیچیدہ اور ناممکن عمل ہے ہزار ہا قسم کے احساسات انسانی فطرت میں پائے جاتے ہیں یہ پر اسرار جبلتیں انسان کے ہمراہ چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں کسی کے داخل میں جھانکنا اور پھر اسے شعوری طور پر پہچاننا از حد دشوار کام ہے مزاح پیدا کرنے کے لیے انسان کے جبلتی نظام کا مطالعہ ضروری ہے مزاح کب، کیوں اور کیسے

انسانی جبلت کا حصہ بنتا ہے یہ سوال بنیادی اہمیت کا حامل ہے جب تک انسان کے اندر کائنات کے نظام کو جاننے، ہنگامی قوتوں سے جنم لینے والے حالات، تدبیر و تقدیر کے معاملات اور جبر و قدر کی قوتوں کو پہچاننے کا ملکہ پیدا نہیں ہوگا اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والے المیہ کا شعور اجاگر نہ ہوگا تب تک مزاح کے سوتے ہرگز نہ پھوٹیں گے مزاح ایک ایسا عمل ہے جو کسی کی بدصورتی، بے چاکی شکل اور بگاڑ کے نتیجے میں جنم نہیں لیتا بلکہ یہ ایک احساس برتری ہے کہ میں دوسروں کے مقابلے بہتر اور برتر ہوں یہ احساس ہمارے اندر مزاح یا ہنسی کو جنم دیتا ہے یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ کسی بھی تہذیب میں برتری کی خواہاں رہتی ہے مزاح ایک انسانی احساس ہے جو کسی حماقت، بے وقوفی، کم عقلی، چالاکی اور ناکامی کی صورت میں پیدا ہوتا ہے یونانی اور مغربی تہذیب مزاح کو ایک سماجی خدمت کا عمل سمجھتی ہیں یعنی مزاح لکھنے والے ادیب، مزاحیہ واقعات اور کرداروں سے معاشرے میں ہنسی بکھیرنے کی خدمت سے پیچھے ہٹ جائیں تو معاشرے میں المیہ کے عناصر اور سماجی گھٹن کو برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا بس مزاح ہی ہے جس نے سماج اور انسان کے دردناک، اذیت ناک اور کربناک مسائل میں ایک توازن پیدا کیا ہوا ہے۔

> "The perception of the tragic and the comic are necessary if tragic and comic drama is to be created but is not sufficient. The impulse to drama must also be there."[14]

اس کالم کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ مزاح ایک ایسا عمل ہے جو لوگوں میں سماجی مسائل کی سمجھ بوجھ پیدا کرتا ہے ان کے ذہنی تناؤ کو کم کرنے اور سماجی دباؤ کے شکار لوگوں کے درمیان خوشی اور مفاہمت کا ذریعہ ہے مزاح کے ذریعے لوگ نہ صرف اپنے ارد گرد کے سماجی ماحول کو بہتر انداز میں سمجھ پاتے ہیں بلکہ اپنے رویوں اور اعمال کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

فنون لطیفہ کی صورتیں

The forms of art

اردو ادب وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ مسلسل اپنی ہیت تبدیل کر رہا ہے کئی اصناف سخن وقت کے ساتھ ساتھ معدوم ہو چکی ہیں یعنی اپنی پہچان کھو چکی ہیں اور ناپید ہوتی چلی جا رہی ہیں ان کی جگہ نئی اصناف نے لے لی ہے دور جدید

کا قاری ان تبدیل شدہ اصناف کو فنون لطیفہ کی ارتقائی صورت سمجھتا ہے فنون لطیفہ در حقیقت آرٹ کی مختلف اشکال کا نام نہیں ہے بلکہ فنون لطیفہ جاننے سمجھنے کے لیے مختلف تہذیبوں کی تاریخ سے جانکاری بہت ضروری ہے ہر تہذیب کے اندر آرٹ مختلف صورتوں میں سامنے آتا رہتا ہے ہر تہذیب کی اپنی اقدار ہیں ہر تہذیب میں موسیقی، مصوری، فن تعمیر، فلسفہ، ادب، جغرافیہ اور تاریخ نے آرٹ یعنی فنون لطیفہ کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دی ہیں جیسے جیسے تہذیب اپنی صورت بدلتی ہے یا کوئی تہذیب دم توڑتی ہے فنون لطیفہ بھی اس تبدیلی کا شکار ہو جاتے ہیں تہذیبی تصادم دنیا میں موجود ہے تہذیبی اقدار ایک دوسرے کے ساتھ لگا نہیں کھاتی جب بھی انسان نے تہذیبی دائرے سے نکل کر اجنبی تہذیبی اقدار کو اپنانا چاہا ہے وہاں اس کے لیے مسائل پیدا ہونے لگے ہم مشرقی اقدار کا مغربی اقدار سے کسی صورت موازنہ اور مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ یہ تہذیبی تصادم ایک حقیقت ہے لیکن علوم وفنون کی ترسیل اور تہذیبی اقدار وروایات کا تحفظ بھی اسی کے ذریعے ممکن ہے اگر ادیب وشعراء دیگر تمام تہذیبوں سے شناسائی رکھتے ہیں اور ہر اعتبار سے کامیابی و کامرانی کے خواب دیکھتے ہیں تو اس کے پیچھے جو عمل کار گر ہے وہ یہی ہے کہ آج کا قاری ماضی کی تمام تہذیبوں سے فیض یاب ہو رہا ہے اور ماضی کے تمام فنون لطیفہ سے مکمل رہنمائی حاصل کر رہا ہے۔

> "Our present writer has to become dynamically and genuinely conscious of both his worlds or rather all his worlds, because man today is fortunate enough to have access to many culture -worlds, past and present."[15]

قصہ مختصر فنون لطیفہ ادبی اور ثقافتی اعتبار سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں ان کے ذریعے انسان اپنے اندرون خانہ جذبات کا اظہار کرتا ہے اور یہ کسی تہذیب کے ارتقا کے ضامن بھی ہیں بلکہ یہ ایک قوم کی شناخت اور تہذیبی بقا اور میں بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

جدید ناول

The modern novel

اس ارٹیکل میں ناول، ناول کا دائرہ کار اور آج کے ادبی افق پر ناول کے اثرات اور اغراض و مقاصد کا جائزہ لیا گیا ہے اصناف ادب میں ناول ایک ایسی صنف ہے جس نے معاشرے، سماج اور انسانی تہذیب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں اس صنف کے لکھنے والوں نے اپنی اپنی تہذیب اور اس کے باشندوں کو ناول کے توسل سے گزشتہ سے پیوستہ تہذیبی اقدار سے جوڑا ہوا ہے ناول کا قاری یا ادبی ذوق رکھنے والا کوئی بھی فرد ادب سے یہی توقع رکھتا ہے کہ ادب زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ قاری کی ادبی تشنگی بھی دور کرے اسے تہذیب و ثقافت سے جوڑتے ہوئے اسے متعلقہ تمام معلومات باہم پہنچائے روایتی ناول کی صنف یہ فریضہ احسن طریقے سے ادا کرتی رہی ہے آج کے جدید دور کا ناول فرد کے کردار کو نبھانے کی بجائے اس کو الجھاؤ میں مبتلا کر رہا ہے اس کے کردار اپنی پہچان اور شخصی خوبیاں کھو رہے ہیں اسے باغیانہ روش کا حامل بنا کے پیش کرنے میں ناول نگار اپنی جدوجہد بڑھا رہا ہے جبکہ روایتی ناول میں مرکز و محور صرف کردار اور اس کے اوصاف رہے ہیں اس لیے آج کا قاری آج کے ناول سے مطمئن نہیں ہے ابھی تک تو یہ صورتحال مغرب اور مغربی ادیبوں کے لیے ایک المیہ بن چکی ہے جبکہ ہمارے ہاں کے ناول لکھنے والے ابھی بھی تاریخی، سماجی، تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے قاری کی تسکین کے لیے ادبی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

> What will happen to the novel in other parts of the world cannot be foreseen. Luckily in Pakistan the Urdu novel has not lost its predominantly historical tone and has not yet fallen prey a to philosophical confusion.[16]

مجموعی طور پر ناول کے بدلتے ہوئے معیار اور رجحانات سے مغرب میں ناول کی ساکھ کے متاثر ہونے کو موضوع بنایا گیا ہے اور اس خدشے کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ جدید ناول اپنی سماجی ذمہ داریاں ادا کرنے سے آہستہ آہستہ محروم ہو رہا ہے لہذا ناول نگار اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کریں اور اس سلسلے میں ناول کی اقدار کو دوبارہ بحال کرنے کی سعی کی ضرورت ہے۔

صحافت اور ادب

Journalism and literature

اس کالم میں صحافتی ادب اور صحافت کی خدمات کو موضوع بنایا گیا ہے کہ صحافتی ادب قاری کے لیے آج ادبی سطح پر کتھارسس کا ذریعہ بن کر ادبی خدمت سر انجام دے رہا ہے وقت کے ساتھ ساتھ زندگی اور سماج نے کئی رخ تبدیل کیے کئی پہلو بتدریج تبدیل ہو رہے ہیں یہ تبدیلی کا عمل صرف زندگی اور سماج تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس کے اثرات علمی دنیا پر بھی ثبت ہوئے ان تبدیلیوں سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والی ادبی دنیا تھی ادب کے کئی شعبوں نے فنی و فکری سطح پر حیرت انگیز تبدیلیاں قبول کیں صحافت نے قارئین کے لیے نئے در وا کیے صحافت نے قاری کی علمی و ادبی ضروریات کو احسن طریقے سے پورا کیا جس طرح ادب قاری کی تسکین، ذہنی تناؤ سے فراغت کا ایک وسیلہ ہے اسی طرح صحافت بھی قاری کے لیے ایسے ہی مواقع فراہم کرنے کے لیے روز بروز بڑی تندہی سے کام کر رہی ہے ادب جس طرح ہمیں تاریخ اور تاریخی پہلوؤں سے آگاہ کرتا ہے صحافت نے بھی اس میدان میں کافی حد تک ترقی کر لی ہے اس نے عوام اور عوامی جذبات و احساسات کی خوب ترجمانی کی ہے ادب بعض اوقات انسان کو کئی مسائل اور نفسیاتی الجھنوں میں ایسا مبتلا کرتا ہے کہ قاری گھٹن کا شکار ہو جاتا ہے قاری ایسی تمام فکری پریشانیوں سے نجات پانے کے لیے صحافت کے دامن میں پناہ لیتا ہے ایسا اس لیے ہے کہ صحافت ہلکے پھلکے انداز میں صاف و شفاف جذبات کو پیش کرنے میں پیش پیش ہے۔

> "Journalism has a very wide meaning and has come to embrace all the domains of knowledge in the contemporary world. In fact it rather provides the specialist with a world-perspective for his own subject as well as for all other subjects, and makes the world a much more interesting place to live in."[17]

اس کالم میں بتایا گیا ہے کہ آج کا قاری ادبی گھٹن سے نجات پانے کے لیے صحافت کی دنیا میں دلچسپی لے رہا ہے کیونکہ صحافت سہل اور آسان ذریعہ ابلاغ کی شکل اختیار کر چکی ہے یہ بلاغت کا فریضہ سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ ریاست اور ریاستی معاملات میں قاری کو شرکت کا موقع بھی فراہم کرتی ہے۔

افسانہ

The short story

اس ارٹیکل کے ذریعے صنف افسانہ کے تغیر و تبدل کا جائزہ لیتے ہوئے اسے ہدف تنقید بنایا گیا ہے مصنف کے خیال میں افسانہ اپنے اثرات کے اعتبار سے اپنی اہمیت کھو رہا ہے جبکہ ایسا ہر گز نہیں ہے ہر دور کے تقاضے، مسائل اور احوال و آثار ادب پر اثر انداز ہوتے ہیں جس کے سبب ادب اور اصناف ادب میں بھی تغیرات آتے رہتے ہیں اس پس منظر کے بغیر افسانہ جیسی صنف کے بارے میں کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہے حالات و واقعات کے تناظر میں دیکھیں تو بعض افسانہ نگاروں نے کرداروں کے ذریعے مسائل کو بے نقاب کیا ہے ایسے جاندار اور مضبوط کردار پیش کیے جنہوں نے افسانے میں ہلچل پیدا کر دی بعض افسانہ نگاروں نے واقعات کو اس انداز اور روپ میں ڈھالا کے کردار از خود سامنے آتے چلے گئے بعض افسانہ نگاروں نے انسانی رویوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے نفسیاتی پیچیدگیوں اور اندرونی کیفیات کو اجاگر کیا مشرقی ادب میں افسانہ جدوجہد آزادی کے تناظر میں سامنے آیا جب معاشرہ زوال پذیر ہو رہا تھا لیکن اس دور میں افسانہ وہ واحد صنف اظہار تھا جو وقت کی آواز اور وسیلہ اظہار رائے تھا اس دور میں افسانہ نے خوب ترقی کی منازل طے کیں کیونکہ تاثیر کے اعتبار سے افسانہ فوری اثر دکھا رہا تھا دور جدید میں اظہار کی کئی وسیلے سامنے آ چکے ہیں اس تناظر میں شاید افسانہ کی اہمیت کچھ زیادہ نہ رہی ہو بہر حال قائم تو ہے۔

> "Urdu short story unlike the western short story, was not highlighting the significant details of a mature, developed, flourishing society."[18]

> "To the people who are interested in the national literary scene, it is quite obvious that currently the short story is rapidly losing ground to the novel in terms of popularity."[19]

اردو ادب افسانہ اپنی تاثیر کے اعتبار سے آج بھی توجہ کا مرکز ہے اور اپنی اہمیت اور قدر و قیمت کو قائم رکھے ہوئے ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ افسانہ نگار افسانے میں حالات کے پس منظر اور پیش منظر کو مد نظر رکھے لیکن مسئلہ یہ

ہے کہ آج افسانہ کے علاوہ دیگر اصناف اپنی وجود کے اعتبار سے زیادہ متحرک ہو چکی ہیں جنہوں نے افسانہ کی ہیت کو ایک طرح سے نقصان پہنچایا ہے

آج کے نقاد کا کردار

The two role of criticism

اردو ادب میں تخلیق کار اور نقاد دو مضبوط کرداروں کی صورت میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے رہے ہیں تخلیق کار ایک جہاں تخلیق کرتا ہے اور اس میں بسنے والی دنیا کے احساسات و خیالات، خوشی و غم اور رنج و بلا سے بھی جیسے خود واقفیت رکھتا ہے کوئی دوسرا صرف اس کو محسوس کرتا ہے کسی تہ تک پہنچ کر جان لینے کی کوشش کرتا ہے اصل خیالات اور جذبات کا ادراک صرف خالق ہی جان سکتا ہے ایک نقاد صرف قیافہ اور اندازہ ہی لگا سکتا ہے ایک حقیقی مسئلہ یہ بھی ہے کہ تنقید کے لیے مصنف کی شخصیت کے عہد کا جانا بھی ضروری ہے اس کے بنا فن پارے کے نچوڑ اور موضوعات کی روح تک رسائی نقاد کے لیے ناممکن ہو جاتی ہے یہ خلا اکثر و بیشتر تنقید اور تصنیف دونوں کی ارواح کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے اس کے ساتھ ساتھ ایک مسئلہ اور بھی ہے جس کے اکثر نقاد حضرات مرتکب ہوئے ہیں وہ مغربی تنقیدی اصولوں کے تحت مشرقی ادیبوں کا سیر حاصل جائزہ لینے کی کوشش ہے یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ ایک خطے کے حالات و واقعات دوسری تہذیب کے ساتھ کیسے لگا کھا سکتے ہیں بعض اوقات ان تنقیدی حربوں سے بچنے کے لیے ادیب حضرات مغرب کی نقالی اور جگالی پر اتر آتے ہیں جس سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والی شے ہے اپنی تہذیب اور تہذیبی رویوں کے ساتھ جڑ کر ہی ادب لکھا جا سکتا ہے اور زندہ رہ سکتا ہے اور نقاد ادبی روح تک رسائی پانے میں کامیاب تبھی ہو سکتا ہے جب وہ اپنی تہذیب اور اپنی تہذیبی اقدار کے زیر اثر کسی فن پارے کا مطالعہ کرتا ہے۔

> "If the critic were to comprehend the struggle that is going on at present between the indigenous frozen world-feeling and the alien living, compelling western world-feeling in the eastern artist’s life, a significant change may occur."[20]

اس کالم میں آج کے بیسویں صدی کے ناقدین کے احساس کمتری کو موضوع بنایا گیا ہے جو دوسری تہذیبوں کی خوشہ چینی کرتے ہیں اور ادب کی روح کو داغدار کرتے ہیں لہذا انہیں اپنے تنقیدی فہم و بصیرت کو عمل میں لاتے ہوئے ادبی سطح پر مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔

شاعری

Poerty

اس کالم میں اردو شاعری میں دور جدید میں جنم لینے والی خود ساختہ تبدیلیوں کے بارے میں اپنے خدشات کا اظہار کیا گیا ہے انہوں نے عہد حاضر میں شعراء کے تخیل اور رویوں کو موضوع بحث بناتے ہوئے لکھا ہے کہ آج کل شاعری اپنے اصل سے بھٹک چکی ہے ان کے نزدیک ہر فلاسفر نے شاعری اور شاعر کے بارے میں ایک الگ نقطہ نظر اختیار کر لیا ہے کسی کے نزدیک یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے کسی کے نزدیک یہ حروف کی حرکات و سکنات اور ترتیب و تنظیم سے جنم لیتی ہے کسی کے نزدیک غیر معمولی کیفیت کا نام شاعری ہے کسی کے نزدیک دیوانگی و فرزانگی کا نام شاعری ہے کسی کے نزدیک عقل سے ماورائی چیز کا نام کلام موزوں ہے کسی کے نزدیک شاعری ایک ایسا دل فریب عمل ہے جو قاری اور سامع کے درمیان حائل تمام دیواروں کو توڑ دیتا ہے اور انہیں ایک ساتھ جوڑ دیتا ہے جہاں وہ ایک دوسرے کے دکھ درد سے آشنا ہو جاتے ہیں

> "The new poet is generally a spectator of his own emotion and gets so busy building a prison around his own 'ego' that instead of achieving any cohesion with the 'ego' of the reader, he drives a further wedge between the two."[21]

قصہ مختصر شاعری ایک ایسا میدان ہے جس میں دنیا جہاں کی تمام سرگرمیاں آپس میں منظم و مربوط دکھائی دیتی ہیں شاعری دنیا جہاں کی تمام سرگرمیوں میں اپنا رس گھولتی محسوس ہوتی ہے اس نے انسان کا رشتہ کائنات مظاہر فطرت اور قدرت، کائنات کی رنگینیوں اور انسان کے اندرونی و بیرونی خوشیوں کے ساتھ مضبوط بنا رکھا ہے لیکن دور حاضر کی شاعری فنی و فکری ہر دو اعتبار سے انسان کی روحانی و مادی تشنگی کو پورا کرنے سے قاصر ہے.

فرائیڈاورادب

Ferud and literature

بعض نظریات ادب میں بھونچال کی طرح ثابت ہوئے ہیں جس میں فرائیڈ کا نظریہ خاص طور پر قابل ذکر ہے فرائیڈ کا نظریہ دوانتہاؤں پر کام کر رہاہے ہر معاشرے کی اپنی ضرورتیں اور تقاضے ہوتے ہیں اور انہی تقاضوں اور رجحانات کے تحت ادب پروان چڑھتاہے ادب سماج کا عکاس اور سماج ادب پر اپنے اثرات مرتب کرتا رہتاہے فرائیڈ کا نظریہ چونکہ مغربی تہذیب کی امنگوں اور رجحانات کا عکاس تھا اس لیے فوراً مقبولیت کی منازل طے کرتا ہوا ادب میں پروان چڑھتا گیا مغربی معاشرے نے اس جنسی تصور میں پناہ لے لی اور اسی کو عافیت جانا جبکہ مشرقی تہذیب وتمدن میں اس نظریے نے ذہنی تناؤروحانی بے چینی اور جسمانی توڑ پھوڑ کو جنم دے کر راہ فرار کی طرف مائل کیا حقیقت میں فرائیڈ کے نظریات سے جتنا بھی منہ موڑا جائے کچھ حقائق ایسے بھی ہیں جو انسان کی جبلت کی صداقت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ جبلت جنسی تسکین ہے جس میں فرائیڈ نے انسان اور حیوان کے درمیان تمیز اور فرق کو ختم کرنے کی سعی کی ہے یہی ہماری اصل ذات بھی ہے جس سے انکار اور فرار کسی صورت ممکن نہیں۔

"We are not concerned with the supremacy of either one of these two instincts but with the invalidity of the assumption that hunger and physical love are the only two irreducible and elemental forces in higher man's social and emotional make-up."[22]

Freud is in harmony with the current western trends. This task would devolve on the eastern writers and critics.[23]

فرائیڈ کے نظریات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ادب اور ادیب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسان اور انسانی جبلت تسکین کے لیے فرائڈ کے ادبی نظریہ کو صحیح راہ پر گامزن کرے نیکی اور بدی میں تمیز کرے اور فرائیڈ کے نظریہ کے ادب پر مثبت اثرات کو تلاش کرے

امریکی ادب

American literature

ادبی دنیا میں امریکہ بھی لحاظ سے ایک خاص وقت تک کوئی خاص اور قابل ذکر شناخت پر رکھنے سے قاصر رہا ہے اگرچہ اس تہذیب نے فتوحات اور ثقافت کو تہذیبی سطح پر بڑی نشیب و فراز دیکھے کالونیل نظام متعارف کروایا اس ثقافتی تبدیلی اور کالونیل نظام کے عمل نے بڑی بڑی راہیں ہموار کیں تہذیبوں کے تاروں بود ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے تام پھر بھی اس تہذیب کافتی طور پر کوئی ہلچل پیدا نہ کی سولویں سترویں اور اٹھارویں صدی کے ادبی اف میں امریکی ادب بس کالونیل یعنی نو ابادی دریافتوں بستیوں کے قیام روداد یں روز نامچوں اور مذہبی اور سیاسی دلائل پر مبنی کتابوں اور کسی حد تک شاعری تک محدود تھا اس دور کے ادیب اور مصنفین جو کچھ لکھ رہے تھے اس میں روشن خیالی کا رجحان غالب ارہا تھا لوگ مذہب کی بجائے عقل کے پیروکار ہوتے جارہے تھے حقیقت پسندی کا رجحان عام ہو رہا تھا بنیجمن فرینکلن تھامس پین واشگٹن جیفرسن اور ہیملٹن یہ سب اسی دور سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے اس دور کی کوششوں میں اپنا کردار ادا کیا تاکہ مذہب کے دائرے میں عقل کے لیے بھی کوئی خاص مقام حاصل کیا جاسکے امریکہ میں اٹارویں صدی کے انقلاب نے جہاں سیاسی و سماجی ڈھانچہ تبدیل کیا وہاں ضروری ہو گیا تھا ادبی سطح پر انقلابی تبدیلیاں پیدا ہوں پہلی جنگ عظیم کے بعد تین صدیوں تک امریکی ثقافت مسلسل ترقی تو کرتی رہی کئی خصوصیات کے ساتھ یہ تہذیب اگے بڑھتی رہی جن میں زندگی کے تصورات ازادی کے خواب جیسے منفرد نظریات نے دنیا کو خوب متاثر کیا لیکن ایک بات جس نے امریکہ میں اندرونی اہنگی کو کبھی پیدا نہ ہونے دیا وہ یہ تھی کہ یہ قوم نسلی اعتبار سے بڑھ چکی تھی جس سے اس قوم میں اتحاد اخوت اور بھائی چارہ جیسے جذبات کبھی پروان نہ چڑھ سکے لیکن اس کے برعکس ایک بات نہایت قابل ذکر ہے کہ یہ مسابقت اور مقابلے کی فضا امریکہ میں معاشرہ کو یکجا کرنے میں تو ناکام رہی لیکن اس فضا نے دنیا میں امریکہ کو ٹیکنالوجی اور دیگر سائنسی ترقیات میں خوب ترقی یافتہ بنادیا اس سے ایک تاثر یہ بھی ابھرتا ہے۔

"Literature is perhaps the most effective mirror of the soul of a people. In it can be seen not only the emotions , thoughts, ideas, confusions, modes, norms and mores of a society, but on deeper analysis it is a veritable mine of sociological treasures."[24]

اس کالم کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ امریکی انقلاب معاشرتی سطح پر انسان اور انسان کی روحانی تقاضوں کو نظر انداز کر رہا تھا ادبی و فکری سطح پر ادب میں خاطر خواہ تصورات جنم نہیں لے رہے تھے صرف ٹیکنالوجی کے میدان میں تیز رفتار ترقی ہو رہی تھی انسان نے زندگی حقیقی آزادی اور سچی خوشی کے خواب چھن رہے تھے اس نظام نے انسان کو بے دم کر رکھا تھا جینے کی امید چھین لی تھی اس کے خواب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔

حوالہ جات

[1] www.oxforddictionary.com

[2] سرور الہدی، خالد محمود، (مرتبین)، اردو صحافت ماضی اور حال، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۱۲ء، ص:۱۶۹

[3] عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، فن صحافت، لاہور، مکتبہ کارواں، س۔ن، ص:۱۸۸

[4] شفیق جالندھری، اردو کالم نویسی، لاہور، علمی کتاب خانہ، س۔ن، ص:۲۰

[5] عبدالقادر حسن، مشمولہ، اردو کالم نویسی، لاہور، علمی کتاب خانہ، س۔ن، ص:۱۸

[6] محمد اسلم ڈوگر، فیچر، کالم اور تبصرہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص:۱۱، ۱۲

[7] سرور الہدی، خالد محمود، (مرتبین)، اردو صحافت ماضی اور حال، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۱۲ء، ص:۱۶۸

[8] سرور الہدی، خالد محمود، (مرتبین)، اردو صحافت ماضی اور حال؛ نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ص:۱۶۷

[9] سرور الہدی، خالد محمود، (مرتبین)، اردو صحافت ماضی اور حال؛ نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۱۲ء، ص:۱۶۷

[10] ظہور الدین، پروفیسر، فن صحافت؛ نئی دہلی، انٹرنیشنل اردو پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ص:۴۷

[11] فوزیہ چودھری، ڈاکٹر، اردو کی مزاحیہ صحافت، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص:۶۹

[12] محمد اسلم ڈوگر، فیچر، کالم اور تبصرہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص:۱۸

[13] محمد اسلم ڈوگر، فیچر، کالم اور تبصرہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص:۱۹

[14] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore ,P:104

[15] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:61

[16] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:230

[17] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:132

[18] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore ,P:64

[19] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:62

[20] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:57

[21] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:76

[22] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:89

[23] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:91

[24] PRELUDE by Nisar Aziz Bautt, published by Sang e Meel, Lahore, P:247